# ''سود'' اور اُس کے متعلقہ مباحث

## شریعت کورٹ کے ارسال کردہ سوالنامے کے جوابات

مفتی رفیق احمد بالاکوٹی

(پہلی قسط)

مؤرخہ ۲۱/۱۰/۲۰۱۳ء کو فیڈرل شریعت کورٹ کی جانب سے ''سود'' کے متعلقہ موضوعات پر شرعی نقطۂ نگاہ سے بحث وتمحیص کے لیے ایک پبلک نوٹس شایع کیا گیا اور اس نوٹس کے ذریعے علوم اسلامیہ سے شغف رکھنے والے عوام وخواص اہل علم کو اپنی اپنی تحقیقی آراء پیش کرنے کی کھلی دعوت دی گئی۔ اس سلسلے میں کسی واسطے سے یہ سوال نامہ ہمیں بھی موصول ہوا، زیرنظر تحریر اسی سوال نامے کا اجمالی جواب ہے، جس میں پوچھے گئے سوالات کے متعلق جزوی تفصیلات کی بجائے بنیادی نکات کو مختصر انداز میں زیر بحث لایا گیا ہے۔

فیڈرل شریعت کورٹ کے معزز اراکین اس اقدام میں بجا طور پر تعریف وتوصیف کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اہم نوعیت کے حامل موضوع کو ایک بار پھر غور وفکر کے لیے پیش فرمایا۔ ہم ان کی اس نیک نیتی کا اعتراف کرتے ہوئے یہ حسن ظن بھی رکھتے ہیں کہ یہ نوٹس اور دعوتِ فکر ماضی سے مختلف ہوگی اور کسی مفید نتیجے کے لیے پیش خیمہ ہوگی، اور یہ کوشش ماضی میں ہونے والی کوششوں سے مختلف ہوگی، کیوں کہ ماضی کے تلخ تجربات یہی ہیں کہ ''سود'' جیسے سنگین جرم کے شرعی احکام کی آئینی موشگافیوں سے گزرنے کے باوجود ''امتناعِ ربا آرڈیننس'' کے خلاف حکمِ امتناعی کا استغاثہ حکومتِ وقت ہی نے کر رکھا تھا، اسی بدقسمتی کا شاخسانہ ہے کہ آج تک اس طرح کے جو بھی اقدامات ہوئے وہ محض دفتری کارروائی، رسمی خانہ پری، اخبارات کی سرخیوں، اور کاغذ کے پلندوں میں کہیں دب کر رہ جاتے ہیں اور ان پر عمل درآمد ایک خواب بن کر رہ جاتا ہے۔

دوسری طرف حقیقتِ حال یہ ہے کہ موصول شدہ سوال نامے میں مذکور اکثر موضوعات پر اب سے پیشتر بھی غور کیا جا چکا ہے، بظاہر کوئی سوال ایسا نہیں ہے جس پر قبل ازیں تفصیلی بات چیت نہ ہو چکی ہو، بلکہ ان مسائل کے حل کے لیے تفصیلی تحریری مباحث، رسائل اور کتب بلکہ عدالتی فیصلے بھی موجود ہیں، لیکن تاحال ان کاوشوں کا کوئی نتیجہ سامنے نہیں آسکا، جس کی ایک بنیادی وجہ عوام وخواص

یہی سمجھتے ہیں کہ یہ کاوشیں درحقیقت تاخیری حربوں سے آگے کچھ نہیں، ہم اپنے ماضی سے نالاں ہونے کے باوجود محض اتمامِ حجت کے لیے موصولہ سوالات کے جوابات عرض کیے دیتے ہیں، اور امید کرتے ہیں کہ یہ اعلانات واشتہارات ماضی کے سانجھ بننے کی بجائے نیک نیتی پر مبنی حوصلہ افزا اقدامات ثابت ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ مخلصین کے اخلاص وعمل میں برکت وترقی نصیب فرمائے، آمین۔

## سوال نامہ

بخدمت مفتیان کرام، متخصصین علوم اسلامی اور عوام، متعلقہ نظر ثانی قوانین ربا/انٹرسٹ، از فیڈرل شریعت کورٹ

### سوال نمبر۱:

تفاسیر قرآن کریم کی روشنی میں اصطلاحِ ''رِبا'' کی مستند تعریف کیا ہے؟ کیا ''رِبا''، ''یوژری''، اور ''انٹرسٹ'' کے درمیان کچھ فرق ہے؟ کیا اصطلاحی ''رِبا'' کا اطلاق بینکوں اور مالیاتی اداروں کی طرف سے جاری کیے جانے والے تجارتی اور پیداواری قرضوں پر بھی ہوسکتا ہے جو انٹرسٹ کی بنیاد پر دیے ہیں؟

### سوال نمبر۲:

اصطلاح ''قرض'' کی کیا تعریف ہے؟ کیا لفظ ''قرض'' لفظ ''لون''(Loan) کا مترادف ہے؟ قرآن کریم میں لفظ ''قرض'' کس معنی میں استعمال ہوا ہے؟

### سوال نمبر۳:

کیا قرآن کریم کی طرف سے جائز کردہ ''بیع'' یا ''سیل''(Sale) کو کسی معنی میں بھی ان معاملات کے ساتھ تعلق مناسبت ہے جو سودی بنیادوں پر موجودہ بینک کاری نظام میں طے پاتے ہیں؟ کیا ان معاملات کو ''بیع'' کے نام سے موسوم کیا جاسکتا ہے؟

### سوال نمبر۴:

''رِبا الفضل'' کی مروجہ بینک کاری معاملات پر تطبیق کے حوالے سے وضاحت کیجیے۔

### سوال نمبر۵:

رِبا کی حرمت کی علت یا (بالفاظِ دیگر) بنیادی وجہ کیا ہے؟ قرآن کریم، سنت نبویہ اور مختلف مکاتب فکر کے نمائندگان کے نقطہائے نظر کی روشنی میں حرمتِ رِبا کے اخلاقی اور وجوہات کیا ہیں؟ کیا قاعدہ ''الحکم یدور مع العلة وجودًا وعدمًا'' (حکم کا مدار علت کے وجود وعدم پر ہوتا ہے) کا اطلاق رِبا کے معاملے میں کیا جاسکتا ہے؟

## سوال نمبر۶:

فیڈرل شریعت کورٹ کے دستور کے مطابق کسی بھی قانون کو اسلامی احکام سے مخالف ومتصادم قرار دینے کا معیار قرآن کریم اور سنت نبویہ ہیں، قرآن کریم اور سنت نبویہ کی واضح تعلیمات کی موجودگی میں کسی بھی معاملے کے جواز وعدم جواز کے متعلق معاصر علما کی آراء کی کیا حیثیت ہے؟

## سوال نمبر۷:

کیا ربا کی حرمت وممانعت کا اطلاق اسلامی ریاست کی غیر مسلم عوام پر بھی ہوگا؟ کیا ربا کی ممانعت کا اطلاق غیر مسلم ممالک سے لیے قرضوں پر بھی ہوگا؟ جب کہ واقعہ یہ ہے کہ بیرونِ ممالک کے قوانین، قومی پالیسیاں اور عالمی مالیات قوانین کے متعلق کوئی اقدام مملکت پاکستان کے اختیار سے بالاتر ہے۔

## سوال نمبر۸:

ادائیگی قرض کی مدت کے دوران کرنسی کی قدر میں کمی اور افراطِ زر کو مدنظر رکھتے ہوئے معاصر علما ومفتیان کرام کی آراء کے حوالے سے انڈیکسیشن کے جواز وعدم جواز کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

## سوال نمبر۹:

قرآن کریم کی روشنی میں ''رأس المال'' سے مراد کیا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ پیپر کرنسی کی قدر میں افراطِ زر کی وجہ سے روز بروز کمی ہورہی ہے۔ اگر مقروض، جس نے ایک متعین رقم قرض پر لی ہے، ایک عرصے بعد اسی قدر رقم قرض دہندہ کو دوبارہ لوٹاتا ہے تو ایسی صورت میں قرض دہندہ کو افراطِ زر کے باعث نقصان اٹھانا پڑے گا۔ اگر یہ قرض دہندہ مقروض سے قدر کی کمی کے نقصان کو پورا کرنے کے لیے مزید رقم کا مطالبہ کرتا ہے تو کیا یہ مطالبہ 'سود کا مطالبہ شمار ہوگا؟

## سوال نمبر۱۰:

کیا مروجہ اسلامی بینکوں میں متعین رقم ادائیگی کی بنیاد پر طے ہونے والے مروجہ تمویلی معاملات مثلاً: مرابحہ، مشارکہ، متناقصہ، وغیرہ شریعت اسلامیہ کے اعلیٰ مقاصد کو پورا کرتے ہیں؟ کیا ان معاملات کو انٹرسٹ کا حقیقی متبادل قرار دیا جاسکتا ہے؟

## سوال نمبر۱۱:

اسلامی تمویل کے مقاصد کیا ہیں؟ کیا موجودہ اسلامی تمویل ان مقاصد کو پورا کرتی ہے؟

## سوال نمبر۱۲:

مروجہ بل ڈسکاؤنٹنگ کا اسلامی متبادل کیا ہے؟ کیا اسلامی بینک کاری میں ڈسکاؤنٹنگ کے متبادل کے طور پر طے ہونے والے معاملات روحِ شریعت کے موافق ہیں؟

## سوال نمبر۱۳:

کیا رواں کھاتہ ہولڈرز کو دی جانے والی بینک کاری سہولیات تعلیماتِ شریعت سے مطابقت رکھتی ہیں؟

## سوال نمبر۱۴:

اگر انٹرسٹ کی بنیاد پر طے پانے والے معاملات اسلامی احکام کی رو سے ممنوع قرار دیے جاتے ہیں، تو مسلم وغیر مسلم ممالک سے ماضی میں لیے گئے بیرونی قرضوں، اور ان کے ساتھ پچھلے طے شدہ معاملات ومعاہدات کے بارے میں کیا طریق کار اختیار کیا جاسکے گا؟

## پہلے سوال کا جواب:

قرآن کریم نے ''رِبا'' (سود) کو واضح طور پر حرام قرار دے[1] کر ''رِبا'' سے ملوث کاروبار میں شرکت کو خدا سے جنگ قرار دیا ہے[2]، احادیث مبارکہ میں بھی سود خوری بلکہ اس سے بڑھ کر سود خوری میں کسی طرح بھی معاونت اور مدد کرنے والے کو ایک بڑا مجرم بتا کر کئی ایک وعیدات ارشاد فرمائی گئی ہیں، ایک حدیث کے مطابق سود خوری کے معاملے میں چار افراد:

۱:......سود خور، ۲:......سود کھلانے والا،
۳:......سود کی لکھت پڑھت کرنے والا، ۴:......اور سودی معاملے کے گواہ

سب پر رسول خدا ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔[3] سود خوری کی اس سنگینی کو دیکھ کر ایک مسلمان کو سود سے کس قدر نفرت ہونی چاہیے ظاہر ہے، اسی سنگینی کی بنا پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ''رِبا سے بچنے کے لیے رِبا کے شبہ سے بچنے کا بھی حکم فرمایا''،[4] حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کو فقہائے امت نے ایک قانون کی حیثیت دے دی ہے۔

قرآن کریم اور احادیث میں اس کے لیے لفظ ''رِبا'' استعمال کیا گیا ہے۔ لغوی معنی اس کے زیادتی کے ہیں اور اصطلاحِ شریعت میں معاوضاتی معاملے میں تبادلہ کی جانے والی ایک جیسی اشیا میں کسی ایک شئے کی بلاعوض زیادتی ''رِبا'' کہلاتی ہے۔[5] جمہور فقہا کے نزدیک رِبا کی دو قسمیں ہیں:

۱:......ربٰو الفضل: ایک جنس کی دو اشیا میں تبادلے کے وقت کسی ایک چیز کا بلاعوض زیادہ ہونا۔[6]

۲:......ربٰو النسیئۃ: یہ وہ زیادتی ہے جو دو عوض میں تبادلے کے وقت کسی عوض کی ادائیگی

میں تاخیر کی وجہ سے کی جائے۔

روایتی بینکوں میں دیے جانے والے منافع جو یوژری (Usury) انٹرسٹ (Interest) کے ناموں سے جانے جاتے ہیں، مذکورہ بالا قسموں میں سے رِبا النسیئہ میں داخل ہیں، چاہے ان منافع کی مقدار تھوڑی ہو یا زیادہ، دونوں صورتوں میں یہ منافع سود ہی ہیں، اوران منافع کی حرمت سود ہی کی طرح قرآن کریم، سنت نبویہ، اوراجماع صحابہؓ سے ثابت شار ہوگی۔ (۷) لہٰذا ان منافع کا لین دین کسی صورت درست نہیں۔ چونکہ نصوص میں رِبا کو علی الاطلاق حرام کہا گیا ہے، اس لیے چاہے یہ منافع ضرورت اور حاجت سے لیے ہوئے قرضوں پر طے ہوں، یا پیداوار اور تجارت کے لیے لیے گئے قرضوں پر ہوں، دونوں صورتوں میں حرام ہی ہوں گے۔

## دوسرے سوال کا جواب:

انگریزی زبان کا لفظ ''لون'' (Loan) اور عربی زبان کا لفظ ''قرض'' لغوی اعتبار سے مترادف (Synonymous) ہیں، (۸) موجودہ تمویلی اصطلاح میں من جملہ اوراضافہ جات کے ''سود'' کی متعین مقدار طے کرنا بھی ''لون'' کی اصطلاحی تعریف میں شامل شار کیا گیا ہے۔ (۹) جس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ معاملہ صرف سرمایہ پر بغیر کسی نقصان کی ذمہ داری لیے نفع کے حصول کی خواہش کے لیے کیا جانے والا ایک معاملہ ہے۔ جب کہ اسلامی شریعت کے رو سے قرض ایک بہت بڑی عبادت ہے، قرض دینے والے شخص کو اس نیکی پر اٹھارہ گنا اضافہ کے ساتھ ثواب دیے جانے کی خوش خبری دی گئی ہے، (۱۰) قرض دینے کو مستحب اور قرض لینے کو مباح قرار دیا گیا ہے، قرض کو ایک احسانی معاملہ فرمایا گیا ہے، اور سود کے ساتھ، یا کسی بھی اضافی فائدہ کے ساتھ قرض کی لین دین کا معاملہ حرام ہے۔ (۱۱) مذکورہ بالا وجوہ سے اسلامی شریعت کی رو سے جائز قرض اور تمویلی اداروں میں رائج ''لون'' کی حیثیت نمایاں طور پر ممتاز ہوجاتی ہے۔

## تیسرے سوال کا جواب:

روایتی بینک کاری میں ''سود'' کی بنیاد پر طے ہونے والے معاملات (Interest based banking transactions) کا شریعت کی روشنی میں حلال و پاکیزہ ''بیع'' کے معاملات سے کوئی تعلق نہیں، اس لیے کہ روایتی بینکوں میں ہونے والے معاملات کی بنیاد سودی قرضہ جات ہیں، جب کہ بیع اور قرض دونوں الگ الگ معاملات ہیں۔ اگرچہ قرض اور بیع (خرید وفروخت) دونوں معاملے اپنی تعریفات میں یکساں ہیں، کیوں کہ دونوں معاملات ہی میں دو اموال میں تبادلہ ہوتا ہے، لیکن جیسا کہ دوسرے سوال کے جواب سے واضح ہوا کہ قرض کے معاملے میں شریعت نے کئی ایک

قوانین مقرر کیے ہیں جن کی خلاف ورزی درست نہیں، اور ان قوانین کی خلاف ورزی کی صورت میں قرض کا معاملہ حرمت تک پہنچ جاتا ہے۔ سود کی شرط ایسی ہی ہے جس کی بنا پر قرض کا معاملہ ناجائز ہو جاتا ہے۔ (۱۲) لہٰذا روایتی بینکوں میں ہونے والے سودی معاملات کو شرعی ''بیع'' نہیں کہا جا سکتا۔

## چوتھے سوال کا جواب:

روایتی بینک کاری کے سودی معاملات فقہی اصطلاح کے اعتبار سے ربا الفضل کی بجائے ربا النسیئۃ کے تحت آتے ہیں، اس لیے کہ بینکوں کا بنیادی معاملہ قرض دینا اور قرض لینا ہے، بینک پالیسی یوں ہوتی ہے کہ لوگوں سے رقوم ایک خاص شرح سود کی ادائیگی پر قرض لیتے ہیں اور یہ رقوم قرض کے ضرورت مند افراد کو ایک خاص شرح سود کی وصولیابی کی شرط پر دیتے ہیں۔ قرض داروں اور قرض خواہاں دونوں کے لیے بینک کی طرف سے طے پانے والی شرح سود مختلف ہوتی ہے، بینک پالیسی قرض داروں کو شرح سود کم دیتی ہے، اور قرض خواہاں سے شرح سود زیادہ لیتی ہے۔ قرض کے لین دین کی یہ صورت اسلامی شریعت کی روشنی میں ربا النسیئۃ کہلاتی ہے۔ سود کے جس قدر نقصانات کسی چھوٹے قرضے میں ہو سکتے ہیں، وہی تمام نقصانات بڑے بڑے قرضہ جات میں بھی موجود ہیں، اور یہ قرضہ جات بھی اس اثر کے تحت داخل ہیں جس میں ہر ایسے قرض کو جو کسی مزید نفع کو کھینچ لائے سود قرار دیا گیا ہے۔ (۱۳)

## پانچویں سوال کا جواب:

جمہور فقہائے اہل سنت کے مطابق علت وہ وصف ہوتا جس کے پائے جانے کی وجہ سے حکم پایا جاتا ہے، اور نہ پائے جانے کی وجہ سے حکم نہیں پایا جاتا، اور یہی وہ وصف ہوتا ہے جس کی بنا پر نصوص میں پایا جانے والا کوئی حکم غیر منصوص صورت حال کی طرف سرایت کرتا ہے۔ (۱۴) کسی بھی حکم کی علت کبھی خود قرآن کریم ہی سے معلوم ہو جاتی ہے، کبھی سنت سے معلوم ہو جاتی ہے، کبھی اجماع امت سے طے ہو جاتی ہے، اور کبھی یہ علت نصوص سے مستنبط ہوتی ہے۔ (۱۵) احناف کے ہاں ربا الفضل کی علت متبادلین میں دو صفتوں کا بیک وقت پایا جانا ہے:

۱:...... متبادلین کی مقدار جانچنے کے معیار کا ایک ہونا، یعنی دونوں بدل یا تو بذریعہ وزن ناپے جاتے ہوں، جیسا کہ سونا، چاندی، یا بذریعہ مقدار ناپے جاتے ہوں، جیسا کہ فی زمانہ دودھ ایک خاص برتن جس کی مقدار لیٹر کہلاتی ہے، سے ناپا جاتا ہے۔

۲:...... متبادلین کی جنس ایک ہو، یعنی دونوں بدل مثلاً: چاول ہوں، یا گندم ہوں، یا نمک ہوں، وغیرہ۔ (۱۶)

چنانچہ جن متبادلین میں یہ دونوں وصف جمع ہوں، ان میں سے کسی بدل میں بلاعوض مشروط

زیادتی، یا کسی بدل کی ادائیگی میں تاخیر دونوں صورتیں سود کہلائے گی۔

رِبا النسیئۃ یعنی رِبا الجاہلیۃ کی علت حرمت یہ ہے کہ متبادلین میں رِبا الفضل کی دوصفتوں میں سے کوئی ایک صفت پائی جائے، اور پھر متبادلین میں سے کسی ایک بدل میں بلاعوض زیادتی مشروط ہو، تو یہ زیادتی سود کہلائے گی۔ اس میں یہ تفصیل نہیں کہ اس زیادتی کی کیا مقدار ہو، نہ ہی یہ تفصیل ہے کہ ایک بدل کا نقد وصول کیا جانا کسی مجبوری کے تحت ہو یا تجارتی غرض کے لیے، بہرصورت یہ زیادتی سود کہلائے گی، اور اس کا لین دین حرام ہوگا۔ اس رِبا النسیئۃ میں سود کی وہ صورت بھی داخل ہوگی جو کہ زمانۂ جاہلیت میں عام تھی کہ ادائیگی قرض کی مدت پوری ہو جانے کے وقت قرض خواہ قرض دار کو کہے کہ یا تو پورا قرض ابھی دے دو، یا مدت بڑھالو اور ادائیگی کی مقدار بھی بڑھا لو۔(۱۷) جہاں بھی رِبا النسیئۃ کی یہ علت پائی جائے گی، وہیں رِبا النسیئۃ کی حرمت کا حکم بھی منتقل ہو جائے گا۔ اور جہاں یہ علت نہیں پائی جائے گی، وہاں یہ حرمت کا حکم بھی منتقل نہیں ہوگا۔ جہاں سود کی حرمت کی اخلاقی وجوہات کا تعلق ہے تو وہ حرمتِ سود کی حکمت شمار ہوں گی، حرمتِ سود کی علت شمار نہیں ہوں گی، اور حکم علت کے ساتھ قائم ہوتا ہے، حکمت کے ساتھ نہیں۔ چنانچہ اگر بظاہر کہیں حکمت نہ ہو، علت موجود ہو تو علت کے موجود ہونے کی وجہ سے حکم موجود ہوگا، لیکن اگر کہیں پر علت موجود نہ ہو اور حکمت موجود نظر آتی ہو، تو اس حکمت کے وجود سے حکم موجود نہیں ہوگا۔

حرمتِ سود کی حکمتوں کی تفصیل پر ایک وسیع لٹریچر موجود ہے، سود کی وجہ سے ہونے والے معاشی نقصانات سے بڑھ کر بے لگام بڑھتی ہوئی حرص وہوس کی آگ نے آج دنیا کو جلا رکھا ہے، اگر انصاف سے ایک دانشورانہ فیصلہ کیا جائے تو سود کی روک تھام کے لیے اس سے بڑھ کر کسی مزید باعث کے تلاش کرنے کی ضرورت نہیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ: ''قرآن کریم میں سودخوروں کے خلاف خدا و رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ کیا گیا ہے، جب پوری قوم پر سودی نظام مسلط ہو تو اس کے معنی یہ ہیں کہ قوم کی قوم خدا اور رسول کےخلاف میدان جنگ میں صف آرا ہے، کیا ایسی قوم کبھی پنپ سکتی ہے؟''(۱۸)۔

## چھٹے سوال کا جواب:

اہل السنۃ والجماعۃ کا اتفاق ہے کہ مآخذِ شریعت بنیادی طور پر چار ہیں:

۱:......قرآن کریم، ۲:......سنت نبویہ، ۳:......اجماع، ۴:......قیاس صحیح۔(۱۹)

ان چاروں میں قرآن وسنت اصل واساس ہیں جن پر مسلمانوں کی دینی بنیاد استوار ہے، جب کہ اجماع اور قیاس کتاب وسنت ہی سے کشید ہوتے ہیں۔ دین اسلام کے جملہ مسائل وتعلیمات ان اصولِ چہارگانہ سے کسی صورت مخالف نہیں ہوسکتیں۔(۲۰) قیاس اور اجتہاد کی ضرورت ہی اس وقت پیش آتی ہے، جب کہ قرآن وسنت میں کسی مسئلے کا حکم واضح طور پر موجود نہ ہو۔ کسی مسئلے میں قرآن

وسنت کا حکم واضح اور قطعی طور پر موجود ہو تو اس حکم سے کوئی مسلمان سرمو انحراف کرنے یا اس حکم کے متعلق کسی نظر ثانی کی جسارت کا سوچ بھی نہیں سکتا، اور جو شخص اس قسم کی جسارت کرتا ہے، وہ از روئے قرآن کریم راہِ راست پر نہیں ہے (۲۱)۔ دریں صورت جو رائے قرآن وسنت کے بیان کردہ واضح حکم سے متصادم ہو وہ قابل التفات ہی نہیں، چہ جائے کہ اس رائے کو قابل مباحثہ وتحقیق سمجھا جائے!

## ساتویں سوال کا جواب:

اسلامی ممالک کی غیر مسلم آبادی آپس میں بھی سودی معاملات کی اجازت نہیں ہے۔ (۲۲)
جس طرح فردی ونجی سطح پر سودی معاملہ حرام ہے، بالکل اسی طرح ملکی وبین الاقوامی سطح پر بھی کسی اسلامی مملکت کا غیر اسلامی ملک سے سودی معاملہ کرنا جائز نہیں، اس لیے کہ سود کی حرمت کی ممانعت عام ہے۔ کسی اسلامی مملکت کو قرض کے حصول کی یا کسی خرید وفروخت کی ایسی ناگزیر ضرورت درپیش ہو جو اضطرار کی حالت تک پہنچتی ہو اور کسی طرح یہ قرض اور یہ معاملہ بلا سود کرنے کی صورت نہ ہو تو ایسی صورت میں اضطرار کے خاص استثنائی قواعد کے مطابق اس معاملے میں استثناء کی گنجائش پیدا ہو سکتی ہے۔ (۲۳) اضطراری حالات میں حرام اور ناجائز معاملات اور اشیاء کے بارے میں شریعت اسلامیہ میں گنجائش اور نرمی برتی گئی ہے۔ (۲۴) لیکن ضرورت واضطرار کو حرام خوری کے لیے محض بہانہ بنانے کی کوشش کرنا دین اسلام سے بیزاری وبے گانگی کے مترادف ہی ہوگا، ضرورت واضطرار کے مخصوص ومحدود قواعد کو لے کر سرمایہ داروں کے مسائل حل کرنے کی جہاں کوششیں ہوں گی، وہاں مسائل حل نہیں ہوں گے، بلکہ شرعی مسائل ہی جنم لیں گے۔ (۲۵)

## آٹھویں اور نویں سوال کا جواب:

قرض کے متعلق اسلامی تعلیمات کا مزاج مدنظر ہو تو اس بارے میں پائی جانے والی الجھن بآسانی دور ہو سکتی ہے۔ شریعتِ اسلام کا رویہ قرض کے متعلق یہ ہے کہ:

۱:......قرض ایک معاوضاتی معاملے کی بجائے ایک تبرعاتی معاملہ ہے، جس میں عبادت کا پہلو غالب ہے۔ (۲۶)

۲:......قرض دینا صدقہ کرنے سے بھی بڑھ کر عبادت قرار دیا گیا ہے۔ (۲۷)

۳:......قرض لینا حاجت پر مبنی ہے، (۲۸) یعنی قرض ضرورتِ شدیدہ کی بنا پر ہی لیا جانا چاہیے۔ (۲۹)

۴:......قرض لے کر لوٹانا حقوق العباد میں سے ایک بہت ہی اہم حق ہے، حتیٰ کہ ایک موقع پر اس کی ادائیگی میں کوتاہی کرنے والے شخص پر نبی کریم ﷺ نے جنازہ پڑھانے سے بھی انکار

فرما دیا[۳۰]۔اور قرض کی ادائیگی میں باوجود ادائیگی کی استطاعت رکھنے کے ٹال مٹول کرنے کو ظلم فرمایا گیا ہے[۳۱]، جو کہ قیامت میدانِ حشر میں اندھیریوں کا سبب ہوگا[۳۲]۔

ان تعلیمات کو سامنے رکھ کر قرض کی ادائیگی کے بارے میں فقہ اسلامی کے مندرجہ ذیل اصولوں کا تجزیہ کیا جائے کہ:

۱: ......قرض/ دین کی ادائیگی و وصولیابی میں مماثلت مطلوب ہے۔[۳۳]

۲: ...... یہ مماثلت وصول شدہ قرض/ دین کی کمیت ومقدار میں مطلوب ہے[۳۴]۔اور

۳: ...... قیمت اور قدر کا اس سے کوئی تعلق نہیں، اور قدر کے گھٹنے اور بڑھنے کی صورت میں بھی کمیت اور مقدار کے بارے میں کسی قسم کی کمی بیشی جائز نہیں۔[۳۵]

تو افراطِ زر کے باعث ہونے والے نقصان کے خدشے کا اشکال ختم ہو جاتا ہے، کیونکہ اگر یہ قرض/ دین کا معاملہ کسی ضرورت مند کے ساتھ کیا گیا ہے، نیز یہ معاملہ عبادت کا معاملہ بھی ہے، اور عبادت کا بدلہ تو قیامت کے روز ہی پورا پورا مل سکتا ہے، دنیا کی کوئی چیز عبادت کی جزا نہیں بن سکتی، تو پھر افراط زر کے باعث ہونے والے نقصان کی تلافی کے لیے مماثلت کے مسلمہ قاعدے پر نظر ثانی کی ضرورت ہی نہیں ہے۔لہٰذا جتنی مقدار روپے قرض/ دین دیا گیا ہو، وہی مقدار رأس المال کہلائے گی اور اسی مقدار کا واپس کرنا ضروری ہوگا، اس میں افراطِ زر کی وجہ سے ہونے والی کسی قسم کی کمی بیشی سے کوئی اثر نہیں پڑے گا۔[۳۶] چنانچہ انڈیکسیشن کے فارمولے کے مطابق قرض/ دین کی ادائیگی کے وقت جو زیادتی کی جائے گی وہ سود ہوگی۔مزید براں اس فارمولے کو کوئی ایک ماہر معیشت دان بھی سود کا متبادل قرار دینے اور بینکاری نظام میں کسی طرح مفید ہونے کی رائے سے اتفاق نہیں کرتے ہیں۔[۳۷]

## حوالہ جات


۱: ......البقرۃ: ۲۷۵۔
۲: ......البقرۃ: ۲۷۹۔
۳: ......سنن بیہقی حدیث نمبر: ۱۰۷۷۴۔
۴: ......امام احمد بن محمد بن حنبل، مسند احمد، حدیث عمر بن الخطابؓ، ۱:۱۷۱، حدیث نمبر: ۲۴۶، ط: دار الحدیث القاہرہ۔
۵: ......الجزائری، عبدالرحمٰن، الفقہ علی المذاہب الأربعۃ ۲: ۱۷۰، مباحث الرِباط: دار المعرفۃ۔
۶: ......حوالہ بالا۔
۷: ......الزحیلی، ڈاکٹر وھبہ، الفقہ الاسلامی وادلتہ، ربا المصارف ۵: ۴۰۰۔
۸: ......البعلبکی، منیر، المورد، قاموس انکلیزی، عربی۔
۹: ......en.wikipedia/wiki /loan
۱۰: ......مجمع الزوائد جلد: ۴ ص: ۱۲۶، ط: دار المعرفۃ بیروت۔
۱۱: ......الزحیلی، ڈاکٹر وھبہ، الفقہ الاسلامی وادلتہ، مباحث القرض ۵: ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۲۳۔
۱۲: ......الزحیلی، ڈاکٹر وھبہ، الفقہ الاسلامی وادلتہ، مباحث القرض ۵: ۴۲۳۔
۱۳: ......حوالہ بالا ۵: ۴۰۱۔
۱۴: ......الشوکانی، محمد بن علی بن محمد، إرشاد الفحول آلۃ تحقیق الحق من علم الأصول ط: دار الکتاب العربی ۲: ۱۱۰۔

۱۵:......أبو علی الشاشی ، أحمد بن محمد بن إسحاق ، أصول الشاشی ، ط: دار الکتاب العربی -ص: ۳۲۵۔

۱۶:......الزحیلی ، ڈاکٹر وھبہ ، الفقہ الاسلامی وادلتہ ، مذاھب الفقہاء فی علۃ الرِبا ، ۵:۳۶۲۔

۱۷:......الزحیلی ، ڈاکٹر وھبہ ، الفقہ الاسلامی وادلتہ ، مذاھب الفقہاء فی علۃ الرِبا ۵:۳۶۷۔

۱۸:......بنوری ، مولانا محمد یوسفؒ ، بصائر وعبر ( مجموعہ مضامین ) ۲:۴۹۰ ،عنوان مقالہ: مسلمانوں کی زبوں حالی کے اسباب اور ان کا حل ، ط: مکتبہ بینات کراچی۔

۱۹:......البزدوی الحنفی ، علی بن محمد ، کنز الاصول الی معرفۃ الاصول (اصول البزدوی) ،ص:۵ ، ط: جاوید پریس کراچی۔

۲۰:......السعدی ، عبد الرحمٰن بن ناصر ، رسالۃ فی اصول الفقہ ،ص:۲ نصہ : الأدلۃ التی أستمد منھا الفقہ أربعۃ : الکتاب والسنۃ ، وھما الأصل الذی خوطب بہ المؤلفون ، وابتنی دینھم علیہ ، والإجماع والقیاس الصحیح ، وھما مستندان إلی الکتاب والسنۃ۔

۲۱:......سورہ احزاب آیت نمبر:۳۶۔

۲۲:......النجاری برہان الدین مازہ ، محمود بن احمد بن الصدر الشہید ، المحیط البرہانی ، کتاب الاستحسان والکراھیۃ ، الفصل السادس عشر فی بیان معاملۃ أھل الذمۃ ۵:۲۲۵ ، ط: دار احیاء التراث العربی۔

۲۳:......سورۃ المائدۃ آیت نمبر:۳۔

۲۴:......الفخر الرازی ، ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن الحسین الشافعی ، تفسیر مفاتیح الغیب ، سورۃ القصص ، آیت نمبر:۲۵، ۲۴:۵۹۵ ، ط: دار احیاء التراث العربی۔

أیضا: مجلۃ الأحکام العدلیۃ ، جمعیۃ المجلۃ ، مجلۃ الأحکام العدلیۃ ، مادہ نمبر:۲۱ ، ط: کارخانہ تجارت کتب۔

۲۵:......مزید تفصیل ملاحظہ ہو: اسلامی قوانین میں اجتہاد وعقل کا مقام اور جدید مسائل میں اجتہاد کا طریقہ کار ، برائے مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ ، شائع شدہ ماہنامہ بینات اردو ، محرم الحرام ۱۳۸۸ھ ، شامل فتاوی بینات ۱:۴۹ تا ۶۱۔

۲۶:......القزوینی ، محمد بن یزید أبو عبد اللہ ، سنن ابن ماجۃ باب القرض رقم الحدیث:۲۴۳۱ ، ط: دار الفکر۔

۲۷:......حوالہ بالا۔

۲۸:......حوالہ بالا۔

۲۹:......اسی اصول سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرورت کے بغیر قرض لینے کی حوصلہ افزائی نہیں کی جاسکتی۔ لہٰذا تجارت کو وسیع سے وسیع تر کرنے کی غرض سے گوکہ قرض لینے کے جواز میں کوئی کلام نہیں ، البتہ چونکہ یہ قرض لینا بظاہر بلاضرورت ہے اس لیے ایسے معاملے میں قرض کی بجائے شرکت ومضاربت شریعت اسلام کی تعلیمات کے زیادہ موافق ہے۔ اس لیے کہ تجارتی قرض کی صورت میں سرمائے کے ناپسندیدہ ارتکاز کا جو قوی احتمال ہے وہ شرکت ومضاربت پر مبنی معاملے میں نہیں ، نیز اس صورت میں افراط زر سے ہونے والے نقصان کے خدشات بھی نہیں ہیں۔

۳۰:......الترمذی السلمی ، ابو عیسیٰ محمد بن عیسی ، جامع الترمذی ، الصلوۃ علی المدیون ، ط: دار إحیاء التراث العربی ، رقم الحدیث:۱۰۶۹۔

۳۱:......البخاری الجعفی ، محمد بن إسماعیل أبو عبد اللہ ، صحیح البخاری ط: دار طوق النجاۃ باب مطل الغنی ظلم رقم الحدیث:۲۴۰۰۔

۳۲:......القشیری النیسابوری ، مسلم بن الحجاج أبو الحسن ، صحیح مسلم ، ط: دار إحیاء التراث العربی ، رقم الحدیث:۵۲۷۸۔

۳۳:......ابن عابدین الشامی ، حاشیۃ رد المحتار شرح الدر المختار ، کتاب الإیمان ، مطلب: الدیون تقضی بأمثالھا ، ۳:۸۴۸ ط: ایچ ایم سعید۔

۳۴:......العثمانی ، المفتی محمد تقی ، بحوث فی قضایا فقھیۃ معاصرۃ ، ۱:۱۷۴ ، ط: مکتبہ دار العلوم کراتشی۔

۳۵:......حوالہ بالا۔

۳۶:......الکاسانی ، علاء الدین ، بدائع الصنائع ، کتاب البیوع ، فصل فی حکم البیع ، ۷:۲۳۷ ، ط: دار الکتب العلمیۃ۔

۳۷:......ملاحظہ ہو: سود پر تاریخی فیصلہ ، زیر عنوان: انٹرسٹ اور انڈیکسیشن ،ص:۱۳۰ ، ط: مکتبہ معارف القرآن کراچی۔

**(جاری ہے)**